

اسلام کا نظامِ عدل اور تصورِ مساوات

اصولِ شریعت کی روئی میں

مولانا محمد بربان الدین سعیدی استاذِ حدیث و تفسیر دارالعلوم ندویہ العالیہ لکھنؤ

لیوں تو تمام حبوب قوموں اور قابل ذکر نذر اہب کا دھوئی ہے کہ ہمارے یہاں "عدل و انصاف" کرنے کا حکم اور مساواتِ انسانی پر زور دیا گیا ہے۔ مگر جب ان کے خوشنامِ دعوے کو داعیات کی کسوئی پر کس کردیکھا جاتا ہے تو حقیقت اس سے مختلف نظر آتی ہے کہ انصاف کے نام پر کھلے قسمِ عدل کے نام پر خالص جو نیز مساوات کے بجائے اور بعض کا خلا منظہ ہر، نظر آتی ہے اس کی مثالیں اور نفعیات پیش کر کے مقابلہ کو طول دینا وقت کو مناسب کرنے کے مراد فہمی ہے اس لئے ان سب سے صرف نظر کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات بلکہ واجبات کے اندر عدل و انصاف اور مساوات کی جواہمیت ہے اس پر نیزان کی مصلحتوں پر علمی اور واقعی شہادتوں کا پیش کر دینا ہی اس مناسب محلوم ہوتا ہے۔

"قرآن مجید میں عدل" کی اہمیت اسلامی کی بنیاد و اساس جس کتاب پر ہے یعنی کتاب الشرا الحکیم اس میں متعدد آیتیں "عدل و انصاف" کے تقاضوں کو پورا کرنے اور اس پر انتہائی درجہ میں زور دینے والے مضمون کی موجودیں سورہ نحل کی ایک آیت ہے جس میں متعدد اہم کاموں کا ایجادی و سلبی حکم دیا گیا ہے اور جو قرآن مجید کی جامع ترین آیتوں میں

شمار کی جاتی ہے جس کے بارے میں مشہور تفسیر روح المعانی میں ہے:-

قالَ غَيْرُواحدٌ مِنَ الْعَدْمَاءِ
عَمَّا رَكِيْبٍ تَعْدِيْدَ نَهَايَةَ اِنْجَادِ
لَوْلَمْ يَكُنْ فِي الْقُرْآنِ غَيْرَهُذَا الْأَذْكُرُ
هُوَلَّيْ لَوْلَمْ يَكُنْ فِي الْقُرْآنِ غَيْرَهُذَا الْأَذْكُرُ
لَكَفَتْ
تَحْمِيْ -

حافظ عمار الدین ابن کثیر نے نقیہ امامت مشہور صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود
کا قول نقل کیا ہے :-

إِنَّ اَجْمَعَ آيَةً فِي الْقُرْآنِ فِي
سُورَةِ النَّحْلِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ
بِالْعَدْلِ

اور اسی جامیت کی بناء پر پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد الرحمن نے اسے
حمد کے خطبہ کا مستقل جزء بنادیا تھا اس آیت میں سب سے پہلے عدل ہی کا حکم دیا گیا ہے
(إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَادِيِ الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَا عَنِ الْفَحْشَاتِ
وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ لِيَعِظُكُمْ تَذَكَّرُونَ)۔ آیت میں عدل کا مشورہ نہیں تاکیدی حکم دیا
گیا ہے (إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ) اور اس امر کی نسبت بر اہ راست
خداوند والحلال کی طرف کی گئی ہے جس کا بجز اس کے اور کوئی مقصد نہیں معلوم ہوتا کہ
عدل کرنا اختیاری اور محض اخلاقی چیز نہیں ہے جب کہ درسرے مذاہب واقوام کی عملی تائی
سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے بہاء عدل کا درج بس گویا "اخلاقی" تھا، بلکہ قانونی ہے۔ جس کا
بروئے عمل لانا ناجائز ہے اور جس سے گریز سخت سزا کا موجبہ ہے، چنانچہ سورہ مائدہ کی ،

له روح المعانی ص ۲۲۰، ۲۱۴ ج ۴، مطبوعہ دلو بند، شہ تفسیر ابن کثیر ص ۵۸۲ - ۵۸۳ ج ۲ - ۲۱۰ مطبوعہ
امیار الکتب العربیہ مصر، شہ تفسیر القاسمی ص ۳۸۵ - ۳۸۶ ج ۱۰

آئیت میں اس کو تقویٰ کی کلمید بتایا گیا ہے اور اس کے ترک پر و عید سنا کر خدا سے ذرنے کی تائید کی گئی ہے (إِعْدُلُوا هُوَ قُوبُّ بِنَوْيٰ وَالْقَوْا لِلَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ مِمَّا تَعْمَلُونَ) مائدہ کی اسی آیت میں اینداہی حصہ میں لطف انداز میں عدل نہ کرنے کے ایک فطری محک رشتنی کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے جو خود مستقل دلیل اس بات کی ہے کہ "الكتاب" اور "الدين" کا عطا کرنے والا وہی ہے جو انسان کو وجود کی نعمت دینے والا ہے فرمایا : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَلَا وَرَبِّكُمْ يُؤْمِنُونَ لَمَّا شَهَدُوا بِالْقِسْطِ وَلَا يَعْرِمُنَّكُمْ شَهَادَةُ قَوْمٍ عَلَى أَنْ لَا يَعْدِلُوا عدل کے تقاضوں کو پا مال کرنے اور ظلم کا بازار گرم کرنے کی ایک اور شخصیاتی وجہ اپنوں کو فائدہ پہنچانا بھی ہے اس کی طرف بھی قرآن حکیم نے اشارہ توجہ دلانی ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُوْلُوا كُوْلُوا قَوْا مِينَ رَبَا لِقِسْطِ شَهَادَةِ اللَّهِ وَلَا عَلَى أَنفُسَكُمْ أَوْ لِعَالَمِينَ وَ الْأَقْرَبِينَ۔ کیونکہ اپنے یا اپنوں کے خاطر ہمیں عموماً انسان جادہ حق سے تجاوز کرتا اور دوسروں کے حق کے اعتبار سے ظلم و حور کی راہ اختیار کرتا ہے تو قرآن مجید اسی نے ان دونوں حشر پیش (محبت اور عداوت) کی نشاندہی کر دی جو عموماً بلکہ کمیت انسان کے لئے عدل کے لئے نفع پا مال کرنے اور ظلم کی راہ اختیار کرنے کا اصل سبب بناتے ہیں۔ گویا اس طرح مرض کی نشاندہی کر دی گئی اور جب مرض کی جڑ کا پتہ چل جائے تو سب جانتے ہیں کہ اس کا علاج آسان اور اس سے اکھاڑ پھینکنا سہل ہوتا ہے۔ ان دو آیتوں کے علاوہ بھی کئی آیتوں میں عدل و انصاف کا تاکید ہی حکم مختلف اسالیب میں ملتا ہے خود اس تحریک میں بھی اہمیت و تاکید کا پہلو ہے کیونکہ قرآن مجید اساسی اور گویا دستور کی کتاب ہے جس میں صرف اصولی اور بنیادی اجزا ہی کے بارے میں نہایت بچھے تک انداز میں گفتگو ہوتی ہے۔

تفصیلات اور غیر اہم اجزاء بمان نہیں ہوتے اسی کتاب میں کسی چیز کا ذکر بار بار ہونا اس کی غیر معمولی اہمیت اور نمایاں حیثیت کا پتہ دیتا ہے اسی چند آیتوں میں عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے بغیر کسی شرط و تفسیر کے اختصار کی وجہ سے اور سماعت فرمائے چکیں

اَنَّ اللَّهَ يَا مُرْسِلُكُمْ اَنْ قُوْدُوا الْاَدَانَاتِ اِلَىٰ اَهْلِهَا وَإِذَا حَكْمَتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوا بِالْعُدْلِ (سورۃ الاسراء)، او فَوْا لِلْكَبِيلِ وَالْمِيزَانَ مَا نَفْسُكُ لَا نَخْفِي نَفْسًا (الْاَوْسُعَةِ) وَإِذَا حَكَمْتُمْ فَاعْدُلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَعِهْدِ اللَّهِ اَوْفُوا ذَا الْكَيْمَ وَصَكْعَبْ بِهِ تَعْلِمُمْ تَذَكُّرُونَ (الْعَامِلِیَّ) اللَّهُ اَنْ پَنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے (اور آپ ہی کے واسطے اپنے تمام نبود کو بھی) وَ اَسْتَغْفِمُ كَمَا اَمْرَتَ وَ لَا تَسْتَعِي اَهْوَاءَهُمْ وَ قَدْ اَمْرَتَ بِمَا اَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَ اَمْرَتَ لَا عُدْلٌ بَيْنَكُمْ (شوریٰ ایں)

اسلامی معاشرہ میں عدل کا مقام قرآن مجید کے علاوہ اس مضمون کی احادیث بنویہ کا تو شمار بھی مشکل ہے جن میں عدل والنصاف کو اپنانے اور اس کے تعاضے پورا کرنے کی تائید مخالف طریقوں سے کی گئی ہے۔ ان سب باتوں کا تفاصیل ہے کہ قرآن پر ایمان لانے والی اور بنی اخراز میں صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے والی امرت اور ان دو اصل محسنوں سے ستغا و مذہب عدل والنصاف کو دہنگہ دے جو کسی بھی غیر کو نہ دی کی ہو، چنانچہ اسلامی عوام ابھی یہ اگ بات ہے کہ امانت کے ہر فرد کی حالت ہر زمانہ میں یحسان نہیں رہتی۔ شروع میں اجماعت کا جذبہ زیادہ اور تسلیب شدید ہوتا ہے بعد میں وہ بات نہیں رہ جاتی ایسا فتنہ ہونا ایک طرح سے طبی ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی جماعت یا مذہب اس فرق سے مستثنی نظر نہیں آتا۔ لیکن محمد اللہ مرد مسامہ کے ابتدائی دور (جنسیں خیال القرول کہا جاتا ہے جس کی نظر بس اسے قبل یا بعد میں لانا نامکن ہے ان) کے بعد بھی اس امر کی رعایت اور اس پر اتنا عمل ملتا ہے کہ کوئی بھی قدم یا کسی بھی مذہب کے لوگ اپنی مذہب پسند کی تراپی تہذیب و ترقی کے بازوں دعاوی کے باوجود جو اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں اور کوئی فالوں حصی کہ آج کے سے روشن اور بنی برانها ف اور ترقی یا فتحہ دور کے نمونہ پر اور ترقی یا فتحہ تو این اس چورہ سو سالہ غیر متبدل تالون کے مقابلہ میں عدل والنصاف کے لفاظ نہیں محفوظ رکھتے میں کھلے طور پر پسچھے نظر آتے ہیں۔

اسلام اور دیگر قوانین | اسلامی قوانین کی برسی مکھا بارے میں شہید عبدالقادر عودہ نے کیا ہی خوب لکھا ہے اور کتنی سچی تصور یا پیشہ آف کتاب "التشريع الجنائي" میں پیش کی ہے جس کے جستہ جستہ فقرے رہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔

دن اقارب بین الاقوام فی القرآن
پہلی صدی ہجری میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اول هزارہ
اسایع المیلادی و بین الشیعہ
النی انزالت علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اول هزارہ
کے قانون سے ہرگز نہیں کروں گا بلکہ
اللہ نے تمدن پر تیرہ بدلتے ہوئے
قانون متغیر ہے تو یہ تیرہ
نحو الکمال حتیٰ یکاد یبتعد
کمال کی طرف گا مرن، میں۔ اور جیسا
کہ کہا جا رہا ہے کا مل ہوا چاہتے ہیں
ان کا تقابل تیرہ صدی پرانی اس
شیریعت سے کروں گا جو ماضی میں
بھی نہیں بدلتا اور نہ مستقبل میں
بدل سکتی ہے۔

پھر چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں کہ
فتنی اذن حین نقارب اندھار
بین احدث الاراد والنظريات
فی القانون و بین اقدمها
فی الشریعة و سنتی
ونہیں من حدۃ المقارنة
متغیر ہے اور متغیر قوانین سے کیا ہیں

ان القديم الثابت خير من الحديث زيادہ بہتر میں -
المتغير -

اور پھر کچھ اور فرمائے کے بعد نہایت جرم اور مومنانہ عزم سے لکھتے ہیں:-
لیکن جدید فالون قدیم فالون کے
معیار تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے گا
جب بھی موازنہ مخلوق کے وسائل
کا خالق کے موافقین سے کہا جائے گا.
قبل اس کے خدل والاصاف کا تقاضا پورا کرنے والے شرمنی و واثقین یا اس پر
امت مسلمہ نے جس طرح عمل کیا اس کے نمونے پیش کئے جائیں مناسب معاویہ ہوتا ہے کہ ذرا
عدل کی لغوی حقیقت اور معنوی و سمعت پر بھی رشتنی ذلتے چلیں اہل علم و نظر اور فضلا، کے
علم میں اضافہ کے لئے نہیں بلکہ مومنوں کے ایک گوشہ کی تکمیل کی رعایت سے،

عدل کی لغوی تحقیق النات قرآن کے بارے میں جدت سمجھے جانے والے محقق عالم
البوالقاسم الحسین بن محمد ابن الفضل (جورا غب الاصفہانی) کے نام سے محروف، ہیں وہ اپنی
شہزاد فاقہ کتاب "مفردات القرآن" میں "عدل" کے معنی تحریر کیے فرماتے ہیں:-

العدالة والمعادلة لفظ لغتی عدالت اور معادلة کے معنی مساوا
معنی المساواة
والعدل والعادل یتقابلون و لكن العدل یستعمل فيما
یدرك بال بصيرة كالحكم
وعلى ذات قوله اعدل

لہ القشر لیث الجناحی ص ۱۰۵

ذالک صیاماً فا نعدل هو عدل کے معنی ہوئے سب کے ساتھ
التفقیط علی سواه برابر کا معاملہ کرنا۔

پھر عدل کی ایک قسم کے بارے میں لکھتے ہیں:-

ایک قسم عدل مطلق ہفتی العقل حسنہ ولا یکون فی شی مطلق دلی عدل مطلق ہفتی
بہتر ہونے کا تعقل تعاضا کرنی ہوا در جو کسی زمانہ میں مسوخ نہ ہو۔ من الازمنة مسوخاً۔

اور ایک دوسری قسم کی تعریف و تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

وعدل یعرف کونہ عدل راست اور ایک عدلا وہ ہے جس کا عدل
ہذن اشیریت سے معلوم ہوتا ہے۔

اور اس کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کل مقصاص و آروش الجنایا جیسے قصاص اور تحریرات آگے پل کر گویا اس بحث کا خلاصہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

العدل حوا ماء مكافأة عدل آدابی کے موقع پر مساوات
کا نام ہے۔

ایک اور مشہور عالم ابوالبعقار اپنی معروف کتاب "کلیات العلوم" فصل العین میں فرماتے ہیں:-

العدل اصلہ ضد العور عدل اصل میں جو رکی صد ہے۔

لیکن دراصل یہ عدل کا محدود مفہوم اور اس کے صرف ایک ہی کوشش کی نعاب کشائی ہے کیونکہ اس کا مفہوم بہت وسیع اور گویا پوری ثمریت اور اخلاقی کے ہر پہلو پر حاوی ہے

جیسا کہ حدیث و مکان میں اس کے مختلف مذاقح میں اسے تھالہ تر نویں محققین کی تصریحات سے پڑتا ہے علوم عربیہ کے مشہور اسراعالم علامہ سید شرف نے جن مختصر ترین لگر جامع الفاظ میں عدل کی تعریف کی ہے لیکنی :-

”الامر المتوسط میں طریقی الافراط
کا نام عدل ہے و اتفاقیہ“

اس سے بھی عدل کے معنی کی دستت اور ہمہ کیری کا اندازہ ہوتا ہے ۔

اور گذشتہ صد کی کے ممتاز ترین مفسر علامہ شہاب الدین الوسی نے تو گویا اس جامیعت کی تصویر، می اپنے الفاظ میں بیکھنچ دی ہے کا یت نحلکی تفسیر کرتے ہوئے رقمہ راز میں ۔

ان اللہ یا مرسی بالعدل ای بمراعاتہ
التوسط میں طریقی الافراط و التفرط
و هوراً من الفضائل کا ہما میند حج
تحتہ فضیلۃ القوۃ العقلیۃ
الملکیۃ من الحکمة المتوسطۃ
بین الجراز و ابلادۃ و فضیلۃ
القوۃ الشهوریۃ البھیمیۃ من
العفة المتوسطۃ بین الملاعنة
والخوبیۃ و فضیلۃ القوۃ
السبعیۃ صراحتاً المتوسطۃ میں القوۃ
بین التھور و الجبن فمن الحکم

کام طلب ہے افراط و اتفاقیہ کے
درمیان توسط کا پاس و لحاظہ عدل
ام الفضائل ہے سارے فضائل اس
میں داخل ہیں غیر معمولی اذہانت اور
حد درجہ غبادت کے درمیان متوسط
درجہ کا نام عقل ہے کہ جس کی فضیلت
ہے خواہ نفس کی شدت اور جسی
کے درمیان متوسط درجہ کے نام
عفت ہے، غیر معمولی طاقت اور
شہزادی و بندی کے درمیان متوسط

لئے تعریفات السید شرف، باب الحین ص ۸۵، بحوالہ اسلام کا نظام حکومت ص ۲۸۷ ۔

درجہ کا نام اصلی شجاعت ہے۔
 اعتقاد کی امور میں تحفظ نیز نفسی صفات
 دھیما کہ دہر یہ کہتے ہیں، اور شرک
 اچھیا کہ شذی اور بہت پرست کہتے ہیں
 کے درمیان درجہ معتدلہ توحید ہے،
 ابن عباس نے عدل کی تفسیر میں اسی کو
 بیان کیا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ اس
 کے ساتھ سلاطہ جبر و قار کے درمیان
 معتدل درجہ کسب بھی عدل ہے اور
 اسی طرح عملی امور میں عدالت نام ہے
 شرک عمل، اباحت پسندی اور ترک
 مباحثات کے مابین واجبات کی ادائگی
 پر مراہیت اور عبادت، اخلاقی
 امور میں بخل و اسراف کے درمیان
 درجہ متوسطہ جود و سخا و تھبی عدل
 ہے، حضرت سفیان بن علیہ السلام سے مردی
 ہے کہ مخفی اور ظاہری اعمال میں اعتماد
 کی راہ عدل ہے، حضرت عمر بن عبد الرحمن
 نے حضرت محمد بن کعب قرقشی سے عدل
 کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے
 کہا خوب تم نے ایک بہت بڑی بات پوچھی

الاعتقادية التوحيد المتوسط
 بين التعطيل و نفي الصنائع
 كما تقوله الدهريّة والتشبيه
 كما تقوله الشفوية والوقتية
 وعليه أقتصر ابن عباس في
 تفسير العدل وضمهم اليه
 بعضهم القول بالكسب المتوسط
 بين الجبو والقدر ومن الحكم
 العمليّة تدل للتعبد بما جاء الواقع
 المتوسط بين النبطانة وتردد
 العمل والترهيب
 بتراث المباحثات
 ومن الحكم الحلقية ابو دايمتو
 بين البخل والتبذيل وعن
 سفيان بن عيينة إن العد
 استواء السريرة والعلانية
 في العمل وسائل
 عمر بن عبد العزيز محمد بن كعب
 الترمي عن العدل، فقال
 كعب: سأله عن امر جسم
 كن بصغير الناس ابا ولكبيرهم

چھوٹوں کے حق میں باب، بڑوں کے لئے
بیٹا، بسابر و والوں کے لئے بھائی اور اسی
طرح عورتوں کے لئے بھائی بن جاؤ،
لوگوں کو انکی غلطیوں کے تقدیر اور حسماں
طاقت کے لحاظ سے سزا میں دو، غصہ کا
انہمار ہر ایک کے ساتھ یکساں نہ کرو،
در نظم کرنے لگو گے۔

شاہ ولی اللہ ہر کرنے زدیک عدالت کا مفہوم حکم الاسلام الامام ولی اللہ الدہلوی نے اپنے

شخصوں حکیمانہ ادا چھوڑتے انداز میں عدالت کی تحریکت بنا لائی ہے:-

العدالة - و هي ملكة في النفس عدالت انسانی نفس میں الیک خاص
كيفیت کا نام ہے ونفس سے ایسے تصدیقہ منہما لا فعال سائی تمام
کام کرتی ہے جن کاموں سے کسی بھا نظام المدینۃ والحمد لله
بسی یا استیث کا استغلام کرنے والنفس کالمعبوں علی تسلی
قامہ رہتا ہے اور نفس گویا ان کاموں ادا فاعیل ہے
کو فطری طور پر ادا کرتا ہے۔

واضح ہے کہ امام موصوف نے ہمہ اس موقع پر "المدینۃ استیث" کے معنی میں استعمال
کیا ہے خواہ اس کا دائرہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

مشہور ماہر لغت علامہ ابو الفضل بن منظور نے عدل کے سامنے میں تابعی جلیل سید
بن جمیری کا حسب فریض تحقیقی قول نقل کیا ہے:-

خالیہ عبد الملک امویٰ نے حضرت سید بن جبیر کو کاہر کے عدل کا مطلب کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ عدل کی چار شکلیں ہیں عدل بوقت فیصلہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے الگم فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کرو، عدل بوقت غشکلہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے جب تم بات کرو تو عدل کے ساتھ بات کرو، عدل بمحضی ندیہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے، اس لاسلی (نفس) کے بد لے کوئی ندیہ قبل نہیں کیا جائے گا عدل فی الشرک اللہ تعالیٰ نے کہا ہے منکر میں اپنے رب کے ساتھ عدل کرتے ہیں رب کے علاوہ دوسروں کو اس کے برابر سمجھتے ہیں لیکن شرک کرتے ہیں۔

”قسط اور عدل“ قرآن مجید اور احادیث بنویہ علیہ السلام، جبھا الفلاح و السلام علی عدل کے علاوہ اقسام ”قسط“ بھی ایسے متحول میں گویا عدل کے مراد ہی کے طور پر استعمال ہوا ہے

له لسان العرب ص ۸۷ حام للعلماء ابن الفضل جمال الدين المرحوم باين منظور اللافظي المصرى الانصارى انخزو مى رطبجه اولى مطبوع عد ميرير بولاق المصرى (۱۹۳۴)

وكتب عبد الملک الى سعيد ابن جبیر يسئلـه عن العدل فاجابـه ان العدل على اربعة اجزاء العدل في الحكم قال الله تعالى وان حمدـهـ حكم سنهـ بالعدل وبالعدل في القبول قال الله تعالى فإذا أظلمـهـ فأعـدـهـ لـهـ العـدـلـ والـعـدـلـ فيـهـ العـدـلـ قال الله تعالى إذا قـبـلـ بـهـ عـدـلـهـ عـدـلـهـ قال الله تعالى إذا قـبـلـ بـهـ عـدـلـهـ عـدـلـهـ قال الله تعالى إذا قـبـلـ بـهـ عـدـلـهـ عـدـلـهـ قال الله تعالى إذا قـبـلـ بـهـ عـدـلـهـ عـدـلـهـ

اوپر سورہ لسلوکی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں کوئی اقوامیں بالعُسْطَ ایا ہے، اسی طرح اور بھی مسعود دمواقع پر ہی فرمایا گیا ہے شلّا سورہ ججرات کی ایک مشہور آیت کا اختتام اَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ پر ہوا ہے اس لئے نامناسب نہ ہو گا اگر نہ ہایت خضر طور پر قسط کی حقیقت پر بھی چند کلمات پیش کر تے چلپیں مشہور جلیل العذر محدث امام محمد بن اسماعیل البخاری نے اپنی شہرہ آنراق اور صحیح ترین کتاب حدیث صحیح بخاری کے اداخر میں آیت قرآنی و نصیح اموراً زین القسط کی آشر صحیح و تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:-

حضرت جاہد کہتے ہیں قسطاسِ رونی
زبان میں عدل کو کہتے ہیں اور یہ بھی
کہا گیا ہے کہ قسطامسٹ کا مصدر
ہے جس کے معنی عادل کے ہیں اور قسط
کے معنی ظالم کے ہیں۔

صاحب اسان الحرب نے قسط کے بارے میں حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں وہ
المسط هو العدل بحال اتسط مقصط یعنی عامل کو کمہ جاتا ہے اتسط
یتسط فہر مقصط اذ اعدل .. مقصط تو عدل گر دوالے کو مقصط

کہا جاتا ہے — اور قسط
کے سب سی عدال کے میں اقسط
نی حکمہ یعنی عدال کیا تو دیقسط ہوا۔
... والقسط العدل ...
قسط فی حکمہ عدل فہر و قسط

شرمنی قوانین میں عدال کا مفہوم | مذکورہ بالتفصیل سے اگرچہ یہ ظاہر ہوا کہ عدال کے معنی بست وسیع اور کو یا پوری زندگی پر حاوی ہیں مگر یہاں اختصار کے پیش نظر اس کے محدود

معنی قوانین شرعی اور اس کے نتایج میں عدل پر ہی اپنے بحث کو مرکوز رکھنے کے آئندہ سطروں میں معروضات پیش کی جائیں گی۔

فالذی عدل کے لئے دو ضروری بائیں۔ اس معنی میں عدل کے بروئے کا ر آنے کیلئے دو بائیں کا ہونا ضروری ہے ایک ان قوانین اور فتاوی عادل نامی برقانیف اور عدل کی حقیقت کا آئینہ دار ہونا جن پر فیصلوں کی دبلکہ کہنا چاہیئے پورے موافرے کی) بنیاد ہے دوسرے ان عادلانہ قوانین کا منصفانہ طور پر اسٹھان اور اس کے مرطاب ہر ایک کو اس کا صحیح حصہ پہنچنا پہلی بات گویا نفس شریعت اور اسلام ہی سے عبارت ہے کم سے کم کسی مسامان کو تو یہ بنا نے کی ضرورت نہیں کہ شریعت اور اسلامی قوانین کا پروردگار عالم د جس کی ایک صفت عدل اور عادل بھی ہے) کی طرف نازل ہونا اور انسان کی دماغی محنت و قوت سے درجو نہیں ہوتے عالمی دماغ اور منصف مزاج ہوتے ہوئے بھی خوبیات و عکاظ اور ذاتی رحمات بیرونی کمزوریوں سے باند نہیں ہو سکتا جس کا لازمی اثر اس کا نتیجہ ہے تکہ پر پڑنا بھی ناگزیر ہے اس سے) ما خود نہ ہونا ہی ان قوانین کے منصفانہ اور عادلانہ ہونے کی نظر کا دلیل بننے کے واسطے کافی ہے مگر یہاں صرف اس نظری دلیل پر ہی اکتفا کرنا نہیں بلکہ اس کے عملی شواہد اور واقعاتی دلائل کا پیش کرنا بھی ضروری نظر آ رہا ہے۔

مساوات کا اسلامی تصور اس بارے میں شریعت اسلامی کی روایت اور اس کے قوانین کی اساس کی وضاحت کے لئے ہم یہاں کچھ حصے سید قطب الشہید کی شہرہ آنفاق کتاب "العدالة الاجتماعية في الإسلام" سے جستہ جبت پیش کر رہے ہیں۔ جسے اپنے اسلوب شخصیوں دینی فکر کیونکہ ان کو یہ سخت مصطلک لگراہا نہ سمجھتا ہے ان قابل اخراج شخصیوں کو حمپوڑ کر کے کتاب ابھی ہے

لے العدالة الاجتماعية ص ۲۲، ۲۵ الطبقۃ السابعة، ت ۱۴۰۷ھ و ۱۹۸۶ء، واضح رہے اس کتاب کے بعض حصوں، اس کے اندر پیش کئے گئے بعض خیالات سے مقابلہ نہگار کو آنفaco نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو یہ سخت مصطلک لگراہا نہ سمجھتا ہے ان قابل اخراج شخصیوں کو حمپوڑ کر کے کتاب ابھی ہے

اور طرزادا میں عصری ہونے کے لحاظ سے ایک طرح کی انفرادیت حاصل ہے اور جس سے
بشری توانیں میں عدل کی حقیقت سامنے آجائی ہے لکھتے ہیں :-

اسلام کا تصور یہ ہے کہ انسانیت	کا ن تصور الاسلام اف
ایک اکالی ہے اس کے اجزاء اس	الدسانیۃ وحدۃ فرق
لئے متفرق ہیں تاکہ مجتمع ہوں اس	اجراء صالتجمیع، و تختلف
لئے مختلف ہیں تاکہ ایک دوسرے	للتسق و تذہب بیشی المذاہ
سے منصل ہوں مختلف راستوں پر	لتعاون فی النهایۃ بعضها
اس لئے چلتے ہیں تاکہ اخیر میں ایک تحریر	مع بعض کی تنصیم صالحۃ
سے تعاون کریں۔ اور سب مل کر	لتعاون مع الوجود الموحد
ایک جسم بن جانکے واسطے ایک	
دوسرے کے تعاون کے لائق بنیں	

پھر اپنے مدعا کا اثبات (وقدرت انسانی کی اساس کا تصور دینے والی) مشہور آیت
قرآنی سے کرتے ہیں (یا یہا انسانُ اتَّا هَمْ مِنْ ذِكْرِهِ أَنْتَ وَجَدْنَا لَمْ شُعُورًا
دَبَّابِلَ تَعَارَفُوا) اس کے آگے فرماتے ہیں :-

زندگی کا نظام اسی وقت درست	و نظام الحیاة لا يستقيم حتى يتم
ہو گا جب یہ تعاون و تناست الشُّرُور	هذا التعاون والتساق وفق
کے طریقہ اور اس کے قانون کے مطابق	منهج اللہ و شرعا و تحقيقه
ہو گا۔ اس تعاون کا بربار ناپوری	واجب الصالحة الإنسانية
انسانیت کی بجلائی کے لئے ازبس	لکھا حتى نیماح استخدام النوة
ضروری ہے تاکہ اس نظام حیات	لارجاع من يشد من هذا
سے گئی زیر کرنے والے کو زور و بقوت	المنهج الیہ .

والپس لا یا جا سکے۔

اس پر استدلال ان آیات سے کرتے ہیں۔ ۱۔ همَا جَزَأُوا، الَّذِينَ يَعْلَمُونَ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا إِنْ يَفْتَلُوا إِنْ يَصْبِلُوا إِنْ تَقْطَعْ أَيْدِيهِمْ
وَإِرْجِيْمِ مِنْ خِلَافٍ إِوْنَيْنَفُوا إِمْنَ الْأَرْضِ إِمَانَهُ سَسْ نَيْزَ وَإِنْ طَالَفْتَهُمْ
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ إِقْتَلُوهُمْ هُمْ بَعْتَ أَحَدَهُمْ عَلَى الْآخِرِيْ
فَقَاتِلُوهُمْ إِلَيْهِ تَعْنِي حَتَّى تَغْيِي إِلَى امْوَالِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَاصْبِلُوهُمْ إِيمَنَهُمَا بَا نَعْدِلْ
وَاقْسُطُوا إِلَى الْجَرَاتِ ۚ) اور وَلَوْلَدْ فَعَنِ اللَّهِ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضٌ لَفَسْدٌ بِتِ
الْأَرْضِ (بقرہ ۲۵۱) اس کے بعد فرماتے ہیں :-

فَالْأَصْلُ هُوَ الْتَّعاونُ وَالْتَّعَارُفُ لَوْ أَهْلَ مَقْصُودُ اللَّهِ كَرَّكَ لِنَظَامِ اُور
وَالنَّاسُ فِي حَدِودِ مِنْهُ (الله) اس کی شریحت کے دائِرہ میں باہم
وَشُرُعُهُ وَمِنْ شَفَاعَةٍ عَلَى حَدِيدَةٍ
الْأَصْلُ فِيْرِدَالِيَّہِ بِكُلِّ طَرِيقٍ
لَانْ سَنَةَ اللَّهِ فِي الْكَوْنِ
اوْلَى بِالْأَمْبَاعِ مِنْ أَصْوَارِ
الْأَفْرَادِ وَالْتَّكَافِلِ بَيْنَ الْجَمِيعِ
يَتَقَعَّدُ مَعَ غَايَةِ الْكَوْنِ الْوَاحِدِ
وَغَایَةِ خَالِقِ الْوَاحِدِ سَبْعَانَ
فَإِذَا نَحْنُ وَصَلَّنَا إِلَى الْأَنْسَانِ
الْجَنْسِ، وَالْأَنْسَانِ الْفَرْدِ
نَهُو وَحْدَةٌ كَامِلَةٌ -

عِنْ مَرْطَابَتِنَ ہے اگر ہم انسانوں
کو بھیثیتِ مجموئی اور انفرادی اکھما
کر لیں تو یہی کامل وحدت ہے۔

وحدت انسانی ایسی وحدت در اصل عدل حقیقی کی اساس ہے اور تمام قوانین شرعی میں اسی کی بنود ہے۔ جب انسانوں میں وحدت کا حقیقی صور پیدا ہو جائے گا تب حقیقی مساداً (جو عدل کے مراد ف ہے) ظہور میں آئے گی بھر جہاں ایک طرف ترازو کا پڑا جھکتا لظراء گا۔ دوسرے کو اسی طرح جھکا کر یا پہلے کو الحاکر دوسرا کے برابر کرونا ہی حقیقی عدل ہو گا چنانچہ تمام قوانین شرعی میں اسی کی رعایت سہی وجہ ہے کہ مظلوم کو ظالم سے بقدر ظلم دلایا جانا یا ظالم سے اتنا کم کر لینا جتنا اس نے مظلوم سے کیا ہے تمام تعزیری کی قوانین میں اصل اصول فرار دیا گیا ہے قرآن کی بہت سی آیات (مثلاً فیمن اعتدی عذیکم فاعتدوا بعذیل ما اعتدی عذیکم البقر ۱۹۲۶) (وَإِنْ عَذَّبْتُمْ فَعَاذُّبُوا بِعَذْبِي مَا عَوْقَبْتُمْ بِهِنْ خَل) اور احادیث

بنوی مثلاً العجم بالغنم "الخراج بالضرمات" یعنی اصول بتایا گیا ہے یہ الگ بات ہے کہ مظلوم دنیا میں اپنی کمی کی ملکیتی کر کے برابر کی سطح پر (مذکورہ قانون کے سہارے) آجائے کے بجائے آخرت میں اس کمی کی ملکیتی کرنا چاہے اور ہبھاں کے نقصان کو ہبھاں کے نفع پر قربان کر دے تو یہ اعلیٰ ترتیں نبودارا اور هنکار م افلاق کی بات ہو گی اسی کو "احسان" اور ہبھر سے تعمیر کیا گیا ہے (لیکن صورت صحی گہری نظر سے دیکھی جائے تو ہے عدل ہی کی مگر نہایت لعیف اور اعلیٰ نیز ناجائز تر) اس شیار مخصوصہ کا کام و ان نفس اور مادوں التنفس کی راستہ بھی صورت ریجی مظلوم کو ظالم سے بقدر ظلم دلوانے کی مثالیں ہیں اور ان النفس بالنفس والعيون بالعيون والاتفاق بالاتفاق والاذن بالاذن خاص طور پر اس مراحت کے ساتھ کہ البعروج تصالص دوسری صورت ریجی ظالم سے اتنا کم کر لینا کہ جتنا اس نے مظلوم سے کیا ہے کی اور اس عدل و مساواۃ کے حدود کی وسعتوں کا اندازہ اس سے کیجئے کہ مظلوم و ظالم کی حیثیتوں میں عرفی تفاوت نبھی احتلاف وطنی امتیاز، جھاکہ مصنفوی فرقہ (بجز محمد دشکلوں کے) بھی حاصل نہیں ہوتا اور اصول بھی مسلمات کا درجہ رکھتا ہے چنانچہ مشہور شافعی فاطمہ شخص مسائل تضاد کے وسیع علم اور امتیاز و اشتغال کی بنابر اقتنی العضاۃ

کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے (یعنی البا محسن علی بن محمد بن حبیب البصری المعروف بالمازنداری) اپنی معروف کتاب الاحکام السلطانیہ میں اصول قضاہ بیان کرتے ہوئے ایک اعلیٰ یہ تحریر فرماتے ہیں :-

المذور اور طاقتور اور شرافت و غیرہ شرافت کے درمیان برابری کا برداشت کرنا کچھ ہے میں اور فیصلہ میں الفاف کا تقاضہ پورا کرنا ضروری ہے ۔	التسویۃ فی الحکم بین القوی و الضعیف والعدل فی القضاۃ بین المشروط و الاستویف ۔
--	---

علامہ موصوف نے اس اصول کے اثبات کے لئے دلیل کے طور پر یہ آیت قرآنی بھی تحریر فرمائی ہے قائل اللہ تعالیٰ یاد اؤد احاج علنا ک خلیفتا فی الا رحی فا حکم بین النّاسی
 با الحق رلا تتبع المھوی فی هندا عن سبیل اللہ ای ان الذین یصونون عن سبیل اللہ نہم عذاب مشیر یہ زیما سنوا اليوم الحساب ۔ اور پھر حضرت عمر کے ابو موسیٰ اشوعی کے نام کا اس تاریخی خط کا حوالہ دیا ہے جو قضاۓ کے اصول نیز راضھی کے لئے انتہائی اہم اور دروسی اثرات کی حامل ہمایتوں پر مشتمل ہے ۔ یہاں اس وقت حرف خط کا متعلقہ حصہ ہی نقل کیا جاتا ہے ربط اپنی پوری تفصیلات اور متعلقات کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے، اس میں ہے ۔

اس بین النّاس فی وجہہ ث و عدلا و مجلسہ حتی لا یطبع شریف فی حیفہ ولیشیں ضعیف من عدلا	لوگوں کے درمیان اپنی مجلس میں اپنے رو بروالفاف سے کام لوتا کہ کوئی ذی وجہہ شخص تم سے ظلم کی امید نہ رکھے اور کوئی کمزور شخص تمہارے عدل سے مالیوس نہ ہو ۔
--	--

اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق نہیں قالوں کے نفاذ میں خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کا یہ ہدایت دینا،
یا آئینی القضاۃ کا وہ اصول ذکر کرنا مخفی رائے اور ان کے اجتہاد لکھ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ
اثر ہے ان صریح اور قویٰ تعلیمات کا جو قرآن مجید نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر اقوال میں
موجود ہیں اس سلسلہ کی بنیاد کی آئیت کا ذکر تو سید قطب شاہید کے ملام کے ذیل میں آچکا ہے اس
کے بعد احادیث کے لئے اور واقعہ ذخیرہ میں سے چند حدیثوں کا پیش کر دینا۔ بھی مناسب معلوم ہوتا
ہے مشہور ملیل الحدیث حدیث امام مسلم بن الحجاج الفشنیہ کا نہ اپنی صحیح میں یہ حدیث تحذیر تبع
کی ہے -

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال ان اللہ اوجی ای ان تعاوضوا

حتی لا يغیر احد علی احد ولا

یبغی احد علی احد

فرمایا اللہ نے مجھ پر وحی بھی ہے کہ
 تم تواضع و انکسار می کے ساتھ رہو
 تاکہ کوئی شخص دوسرے پر فخر نہ کرے
 اور نہ کسی شخص پر ظلم و ستم کرنے لگے،

ایک اور حدیث میں جسے درج ملیل القدر مشہور محمد ثوس ابو عیسیٰ ترمذی اور ابو داود بنے اپنی
 کتابوں میں تحذیر کیا ہے اخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر الانتساب اور احساس برتری کی اس
 طرح نہ مرت اور نیکی کی ہے۔

ان اللہ قد اذهب عنکم عبیۃ

الجاہلیۃ و فخر ما بالا باع اعما

هو مومن تقي او هاجر شعیۃ اذک

گلهم بوادم و ادام من قواب

اللہ نے تم سے جاملیت کی نخوت اور
 آبا و اجداد پر فخر کرنے کی بیماری کو
 دور کر دیا ہے اب یا تو پرہیزگار
 مومن ہے یا بد نجت نافرمان،

لئے صحیح مسلم کیوار مشکوٰۃ المصانع کھصہ ۱۴، ج ۲، مطبوعہ اصح المطابق دہلی، لئے تندی ابو داود
 بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۸۰ تھیہ آئندہ۔

سارے لوگ آدم کے بیٹے میں اور
آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔

ایک اور حدیث جسے جلیل القدر امام احمد بن حنبل نے اپنی مسنده میں اور زینتیقی نے شعبہ اللائیں
میں جملہ دی ہے میں بہت ہی عجیب و لطیف انداز میں اونچی منع کے ختم کرنے اور تمام الناس کو
کے برابر اس طرح اعلان کیا گیا ہے:-

قال الرسول ﷺ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
وسلم النسا بکع هذہ لیست بمسبیۃ
کسی کا بھی سب اس کے نئے کامی اور
عیب کی بات نہیں ہے تم سب کے
بالصاع لم تتوڑہ لیس لاحد
عیب کو کسی پر اس حدیث سے قطعاً
نکیا ز کا حق نہیں ہاں دین اور اقویٰ
تقویٰ لہ
کے لحاظ سے فرق مرتب ہو سکتا ہے
اور یہ مساواہ "خوام اور رعایا کے افراد ہی کے درستیاں نہیں تاکہ مک کی کوئی بلکہ حاکم و حکوم
مرد مامور ہی کہ خلیفہ اور عامر ہیا کے درمیان بھی اسی درجہ کی رسمیتی ہے چنانچہ خلیفہ اور
اسی عالم شخص کے حق کو دبایا یا اور کسی طرح کے جرم کا درستکاب کرنے اور اسی درجہ اور اسی
مکی سزا کا مستحق ہو کا جس کا ایک عالم مجرم ہوتا ہے اور یہ آنکھ کھینچنے اور سننے یا مرف

.....لیکن یہ گذشتہ حد اس موقع پر وہ مشہور ۱۴ تجویزی ذکر کر رہا

ہے مثلاً کفرش کے ایک حرز فالوں سے چوری کی حرمت سوزد ہنگئی اڑ لوگوں نے اسے
تراسب بکالے کے لئے بنی اکرم سے سفارش کر لیا پاہی تو آپ نے نہایت غصہ کا لہجہ میں فرمایا
شیفیع نے حد من حد و دلیل ذوقات فاصحة بنت محمد سوچت لفظ متنی دید
ر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کر لی تو اس کا بھی ہمہ کامنا جتنا لہ ایضاً عین العیونی و مسنداً حمد

سنانے کے لئے نہیں ہے جیسا کہ آج کل کے لیڈر ووں کا عام شیوه بن گیا ہے بلکہ اس کو سب سے پہلے انسانیت کے سب سے اعلیٰ فرد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر برداشت کر دکھایا اس کے بعد ان کے پچھے جائشیں فاغا راشدین نے بھی بلا کم وکالت اپنائیں کھایا جس کی متعدد مثالیں سید شہید عبید الفقادر غودہ رتمہ اللہ کی بیش قیمت کتاب "المتشريع الجنائي" ہے بیش کی جاتی ہی جو معنف مر جوہ نے مراجع کی لستاندہی کے ساتھ لکھی ہیں یہاں کتاب مذکور حبلداری کے عنوان "المجازاة بین المرء و سار الدول و ارجاعاً تحریک حکومت کے ذمہ داروں اور رعایا کے درمیان مسدوات" کے کچھ اہم حصے معمولیاً حذف و تغیر کے ساتھ بیش کئے جاؤ

ہیں =

تسویی الشویعتین بین رؤساء اللو
والرعایا ای سریان الماقوت
ومسانونیۃ الجمیع من جنراً یزهم
ومن اجل ذالک کان دروساً
الدول فی استریعۃ اشخاصا
لاقداً سَتَّ لهم لا يمتازون
نلی نیرهم و اذا ارتکب احد
جریمة تو تبعیدها كما يعقوب
ای فود -

ہے اس لئے تحریک کی نگاہ میں
ملک کے سربراہ ہوں کو دوسروں کے
 مقابلہ میں کوئی تقدیس یا امیاز حاصل
نہیں ہے اگر ان میں سے کوئی کسی جرم
کا ارسکاب کرے تو ایک عام فرد
کی طرح وہ بھی سنداً مسحتی ہو گا۔

متنبہ بنہ بنہ بنہ بنہ بنہ